الہلال

۱ ۴

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ ، بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے ۔

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے ۔ البتہ جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا ۔

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں پتہ دیں اور بہت صاف اور خوش خط لکھیے ۔

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع بعد وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ۔ ورنہ بعد ازاں پرچہ بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا ۔

(۶) اگر آپ دو ہفتہ یا مہینے تک کے لیے سفر میں جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرائیے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے ۔ اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرائیں ۔

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر پورا نام و پتہ ضرور لکھدیں ۔

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا ۔

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ — کلکتہ : جمعہ ۲۲ - محرم ١٣٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ہی کہ ہم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ہندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ہی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابلہ کر رہی ہی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ہی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ہماری رای مین بہترین حروف یہی ہین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون ہون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

ز مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعه کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماری نمایش گاهوں اور ذخائر کی فهرستیں هی منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتی هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیره ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ، امریکه، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهی، کے نوادر ابھی حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے هم هی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے که همارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

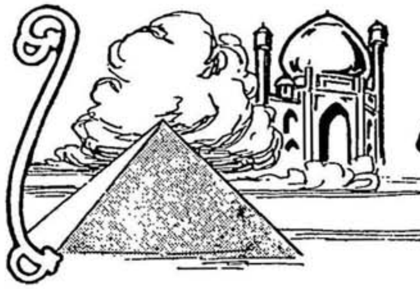

آثار عتیقه

اِزمنهٔ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ، مین

روم کے کتب خانہ ویٹیکن کے بعض مشرقي آثار

دنیا کے اکثر علوم رفنوں کي طرح فن طب نے بھي عربي تمدن کے هاتھوں نشرؤنما حاصل کي ھے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کي طرح اسے بھي پیدا کیا' مدون کیا' اور اس درجه تک پہنچاکر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کي نا تمام درو دیوار کا ابتدائي درجه هوتا ھے - چھٹي صدي عیسوي میں اسلام نے ظهور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کي ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلادي - یه آئي' اور اس نے علم و تمدن کے هرگوشے پر نظر ڈالي - بنیادیں هر جگه تھیں ' اور دیواریں بھي اکثر جگهوں میں اٹھنے لگي تھیں ' لیکن تکمیل کہیں بھي نہیں هوي تھي - اس کے ذوق علم و تمدن کي وسعت نے هر گوشے کو هاتھه لگایا اور هر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجه یه نکلا که آج علم و فن کي کوئي شاخ بھي ایسي نہیں ھے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کي ایک سب سے بڑي کڑي عربي و اسلامي تمدن کي علمي جد و جہد نہو - یہي سبب ھے که مورخین علوم نے عربي تمدن کو عہد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا ھے - یعنے درمیان کي کڑي - یہي کڑي ھے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا هوا ھے - یه عہد قدیم کو جدید سے ملاتي ھے' اور عہد جدید کي سب سے قریب ترکڑي ھے !

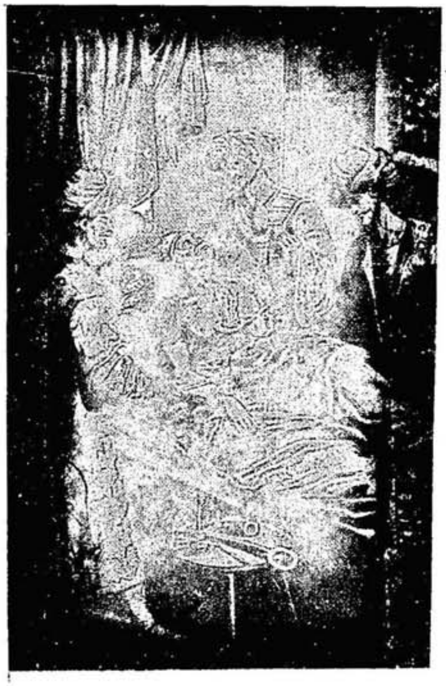

عرب اطباء اٹلي کے شاهي محل میں

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کي تمام درس گاهوں میں عربي حکما کا فلسفه هي نہیں بلکه طب بھي پڑھا جاتا تھا - ذکریا رازي' ابن رومیه ' بوعلي سینا' ابن رشد ' ابن زهر' ابن طفیل ' ابن مسکویه ' کي کتابین فن کا اصلي سرمایه تھیں - جدید طب کي تاریخ میں آج تک کینن Canon یعني قانون شیخ کا ذکر موجود ھے جو سولھویں صدي تک پیرس اور روم کے طبي مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفه کي طرح طب کي تاریخ میں بھي ایوي سینا Avicenna ' ایویروس دي گریٹ Averroes' اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے هیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلي سینا' ابن رشد' اور ابن باجه کے عربي ناموں کے یورپین مخارج هیں ' اور اس سے پته لگایا جاسکتا ھے که اِن ناموں نے اس عہد کے یورپ میں کس درجه شہرت اور قبولیت حاصل کرلي تھي ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاهوں کي محرابوں پر شیشے کے رنگین جوکھٹوں میں جہاں ارسطو' بقراط ' اور جالینوس کي تصویریں بنائي گئي تھیں ' وهاں بوعلي سینا ' ابن رشد ' فارابي ' اور ذکریا رازي کي تصویریں بھي منقش تھیں - یه شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود هیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپني مصنفات میں شائع کیے هیں -

عربي فن طب کے اس عروج و احاطه کا سب سے بڑا زنده ثبوت اسکي بے شمار مصطلحات هیں جو اسوقت تک یورپ کي زبانوں میں مستعمل هیں - اگر انہیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئي ذریعۂ بیان باقي نہیں رهیگا انگریزي زبان یورپ کي دوسري زبانوں کے مقابله میں اصلاً کم علمي ھے' تاهم انگریزي طب میں بھي سیکڑوں الفاظ ملینگے جو در اصل عربي اسماء و مصطلحات هي سے وجود میں آئے هیں - مثلاً :

Tamarind	تمر هندي (اِملي)
Jasmine	یاسمین
Jasper	یشب
Theriac	تریاق
Candy	قند
Balsam	روغن بلسان
Amber	عنبر
Camphar	کافور
Blawer	بلور

الانبیق	Alembic

اسکا مادہ یونانی ہے لیکن یورپ میں عربی سے آیا کیونکہ الف لام موجود ہے -

الکیمیا	Alchemy
الکحل	Alcohol
البق (داغ چشم)	Albuge
لبان	Olibanum
روغن نفط	Naphtha
الاکسیر	Elixir
قرنیۃ العین	Carnea
شجر البان	Ben
سمسم	Sesame
جرثومہ	Germ
مسک	Musk
عرق	Arrack
نرجس (نرگس)	Nareissus
زعفران	Saffran
شقائق النعمان	Aneman
فلفل	Pepper
باد زہر	Bezaar
لیمون	Lemon
سنا مکی	Senna
مروارید	Margaret
صابون	Soape
رب	Rab
لوز	Lozenge
فرزجہ	Pessary
شربت	Syrupus
لعوق	Linctus
ریوند	Rhie
قرنفل	Caryophylli
بورق	Borice
صندل	Santali
کرویا (زیرہ)	Carui
کباب چینی	Cubebae
قنب (بھنگ)	Cannb
طرطیر	Tartaratum
زنجبیل	Zingiber
سنبل	Sumbul
مرمکی	Myrrhae
جلابہ	Jalap
شیاف	Suppo
مر	Myrrha

اسی طرح بے شمار الفاظ ہیں ۔

(عربی عملیات طبیہ کے آثار)

پندرھویں صدی تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دارو مدار عربی طب اور عرب اطباء پر تھا - یورپ کے بادشاہ جب کبھی کسی پیچیدہ مرض میں مبتلا ہوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اسی طرح بلائے جاتے تھے ' جس طرح موجودہ زمانے میں یورپ کے اطباء مشرقی ممالک میں بلائے جاتے ہیں - اس عہد کے بعض قیمتی آثار اس وقت تک یورپ میں موجود ہیں - ان سے عربی اطباء کے وہاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا ہے - مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر رینو Reinaud نے اپنی تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمی اتصال" میں اس طرح کی پانچ تصویریں نقل کی ہیں جن میں سے تین تصویریں شاہان یورپ کے معالجات سے تعلق رکھتی ہیں - ان میں سے ایک تصویر ہم آج الہلال میں شائع کرتے ہیں -

یہ مرقع برن کے محل میں صقلیہ (سیسلی) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتھ آیا تھا - جن اہل نظر نے اس کی جانچ کی ہے وہ متفق ہیں کہ :

(۱) یہ تصویر تیرھویں یا چودھویں صدی کی ہے - اور سیسلی میں طیار کی گئی ہے -

(۲) شاہان سیسلی میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکھلایا گیا ہے کہ عرب اطباء اس کا معالجہ کر رہے ہیں -

(۳) یہ معالجہ ' داغ دینے کا عملیہ تھا - یہ اس کی حالت ' اس کے طریقے ' اور اس کے اوزار کی شکل و قطع واضح کرتی ہے - عربی میں اس طرح داغ دینے کو "کی" کہتے ہیں - اب بھی بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج ہے - لیکن جدید طب نے اسے غیر ضروری قرار دیدیا ہے -

(۴) شاہان سیسلی میں سے یہ کس کی تصویر ہے ؟ اس بارے میں اہل نظر نے مختلف رائیں قایم کی ہیں - بعض کا خیال ہے کہ یہ فریڈرک دوم کی تصویر ہے جو عربی علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تھا' اور جس نے ہر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کیے تھے - یہ سنہ ۱۲۲۰ ع میں تخت نشین ہوا تھا -

لیکن بعض خیال کرتے ہیں یہ اس قدر پرانی نہیں ہے - غالباً یہ اس وقت کی ہے جب نیپلس اور سسلی کی حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کی حکومت" سمجھی جاتی تھیں ' اور چارلس دوم حکمران تھا - اس چارلس کے متعلق بھی تاریخی تصریحات موجود ہیں کہ اس نے کئی بار اپنے علاج کے لیے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کیے تھے - اگر یہ خیال صحیح ہو تو اس صورت میں یہ چودھویں صدی کی تصویر ہوگی - کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے سنہ ۱۳۰۹ ع میں انتقال کیا ہے -

بہر حال اس میں شک نہیں کہ قدیم عہد کی ایک قیمتی یادگار ہے - اس سے اس عہد کے عرب اطباء کی شکل و صورت ' وضع و لباس ' اور طریق عملیات پر جو روشنی پڑتی ہے ' اس کی تاریخی قدر و قیمت کا موجودہ عہد کے مورخین نے اعتراف کیا ہے -

مذاکرهٔ علميّه

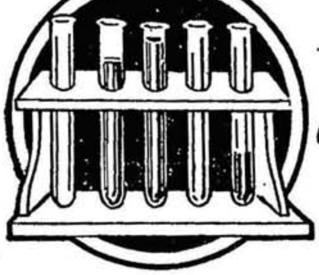

انساني عمر کي درازي اور اعادهٔ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کا مکالمه

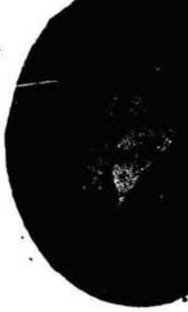

ڈاکٹر وورو نوف

ذيل کے مضمون ميں مشهور فرانسيسي اهل قلم ايم - لولي فارست نے ڈاکٹر وورونوف سے اپني ايک ملاقات کا حال بيان کيا هے - ڈاکٹر وورو نوف اور اُنکے عمليه تقليم کا حال هم گذشته اشاعت کے اسي باب ميں بيان کر چکے هيں - يه اس سلسله کا تيسرا ٹکره هے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور ميں ' ريويرا کے قريب ايک خوبصورت گاؤں ايز ميں ' موسيو ايم بالسن کے مهمان تهے - سه پهر کے ناشته کے وقت ڈاکٹر وورو نوف کے نئے انکشافات پر بهت هي دلچسپ گفتگو هونے لگي - اس گفتگو سے معلوم هوا که ان کے عمليه کے ذريعه صرف حيات انساني هي نهيں بڑه جاسکتي ' بلکه دنيا کي اقتصادي ترقي ميں بهي غير معمولي انقلابات رو نما هونے والے هيں -

(دنيا کا آينده اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف همين يه بتلا رهے تهے که اُنهوں نے اطاليه کے سرحد پر گريمالدي کے قلعه ميں کيوں بود باش اختيار کي هے ؟ اور ايسے نظر فريب مناظر کے درميان جيسے که اس مقام ميں هيں ' اپنے بندروں کي قيام گاه اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانه کيوں بنايا هے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بيان کيا که حيواني غدود کے افعال و خواص کي تحقيقات نے مجهے نئے نئے نتائج پر پهنچا ديا هے - ميں نه صرف هر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا هوں ' بلکه قريب هے که جانوروں کي ايک نئي نسل بهي پيدا کردوں - خصوصاً غير معمولي قوت رکهنے والي بهيڑ جس کے گوشت اور اُون کا وزن اتنا زياده هوجائيگا ' جتنا آج تک کسي کے وهم و گمان ميں بهي نهيں آيا !

مسٹر ونسٹن چرچل يه گفتگو انتهائي دلچسپي سے سن رهے تهے - دونوں ميں نهايت دلچسپ گفتگو هوئي - ميں لفظ به لفظ تو اُسے لکهه نهيں سکتا مگر حسب ذيل روئداد لکهتے هوئے اُس کي معنوي صحت کا ذمه دار هوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچها " کيا يه سچ هے که آپ اپنے grafting (پيوند) کے عمل سے هر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑها دے سکتے هيں جو انسان کي غذا اور ديگر ضروريات کے لئے کام ميں لائے جاتے هيں ؟ "

" قطعاً - ميں نے يه بهي کيا هے اور اس سے بهي بڑهکر " - ڈاکٹر وورونوف نے بغير کسي تامل کے جواب ديا -

" کيا آپ هر انگريزي بهيڑ کے اُون کے وزن ميں ايک پاؤ کا اضافه کر دے سکتے هيں ؟ " مسٹر چرچل نے مزيد تشريح کي -

" بهت آساني سے - ميں نے اس سے بهي زياده کاميابي حاصل کي هے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تها !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربه کيا هے؟ "

" سيکڑوں جانوروں پر - بهيڑ کے تو گله کے گله پر "

" کيا ميں برطانوي وفد بهيج سکتا هوں تاکه وه اِن عملي نتايج کي جانچ پڑتال کرے ؟ "

" به خوشي - جس وقت آپ کا جي چاهے "

وه جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے هيں ' الجزائر ميں هيں ' اور آئنده اکتوبر ميں برطانوي ماهرين حيوانات اُن کا معائنه کرنے کے ليے جانے والے هين - اب يه معلوم کرنا آسان هے که اقتصادي نقطۂ نظر سے يه انکشاف کيسي عظيم الشان اهميت رکهتا هے ؟

مسٹر چرچل

(بندروں کي پرورش گاه)

جسطرح ایک مالي درختوں میں قلم لگاتا هے ' اسي طرح علم نے جراح کے نشتر کے ذریعه علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے هیں - انکے سمجهنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کي تحقیقات کا مطالعه انکے آغاز عمل سے کرنا چاهئے - یعني اس روز سے مطالعه کرنا چاهیے ' جس روز سے انهوں نے بندر کے غدود کي قلم آدمي میں لگا کے ' بوڑهوں کو جوان بنانا شروع کر دیا هے -

ایسے لوگ بہت هي کم هیں جنهوں نے گریمالڈي کے قلعه میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کي قیام گاه اچهي طرح دیکهي بهالي هو - یه مقام آدهے فرانسیسي اور آدهے اطالوي سرحد کے اندر واقع هے - البته اسکا دروازه فرانس هي میں هے -

یه قلعه نسبتاً جدید طرز کي ایک عمارت هے' مگر اسکے پہلو میں اسلامي حکومت کي ایک قدیم یادگار بهي موجود هے - یه ایک برج هے جو دس صدیوں سے زیاده پرانا هے ' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان هے جو آسکے سایه میں پرورش پا رها هے - یه قیام گاه بجائے خود دنیا میں ایک نمونۂ بهشت هے - هرے بهرے نباتات' لہلہاتے سبزه زار ' صاف اور خوشگوار هوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ؛ یه مقام ملکه وکٹوریا کو اسقدر پسند تها که وه یہاں ایک پتهر کے بنچ پر بیٹهکر دیر تک سمندر کو دیکها کرتي تهیں - آج هملوگ اُسي بنچ پر بیٹهکر ڈاکٹر وورو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رهے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمهارے والد کا کیا حال هے ؟ " میں نے ایک دن پوچها -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد هوں - اُنهیں بہت سخت زکام هوگیا هے - تم جانتے هو انکي عمر سو برس کے قریب هے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا - جواب ملا که وه مر گئي -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف هے - " نورا " ایک بندریا تهي مگر انسانوں سے زیاده انسانیت رکهتي تهي - وه بلا کي ذهین تهي - ڈاکٹر وورو نوف اُسے اسلیے عزیز رکهتے تهے که وه بہت دلیري اور خوشي سے هر طرح کے عمل جراحي کیلیے مستعد هو جاتي تهي - وه شاید نسل انساني کے مفاد کیلیے اپني قرباني کي ضرورت محسوس کرتي تهي !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کي زندگي میں بڑا اضافه کردیا هے - اب وه اپني عمر سے کہیں زیاده کمسن هوگئي هے - اس کے بعد نورا میں بهي دوسري کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تها ' اور وه پهر سے جوان هوگئي تهي - لیکن افسوس هے که کچهه دنوں کے بعد وضع حمل کرتے هوے مر گئي ' اور موجوده دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئي ! -

(اسوقت تک کي عملي کامیابي)

هر شخص یه جاننا چاهتا هے که ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے هیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑهوں کو جوان بنا دیا هے ؟ اس کا جواب اُنهي کي زباني حسب ذیل هے -

" میں ایک هزار سے زیاده قلم لگانے کا عمل کر چکا هوں - اس تعداد میں باسٹهه طبیب بهي شامل هیں - آپ سمجهه سکتے هیں که یه لوگ بغیر اس عمل کو سمجهے هوئے هرگز عمل جراحي کے لیے راضي نه هوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وهي لوگ انکار کرسکتے هیں جو بغیر سمجهے بوجهے هر بات سے انکار کردینے کے عادي هیں - ان کا یه طرز عمل عام کے اصول کے قطعاً خلاف هے "

" آپ پر یه بات بهي واضح هوني چاهیے که اگر مجهے میرے هزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجه حاصل نه هوتا ' تو میں ساري دنیا میں قوي اور تندرست بندرونکي اس درجه تلاش نه کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتهه بندروں کي یه قیام گاه نه بناتا جس کا وسیع کارخانه آپ دیکهه رهے هیں "

" میں امید کرتا هوں که عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کي بے شمار قیام گاهیں تعمیر هوجائیں گي - یه مقام ان کي نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب هے - یه جانور بهي نسل انساني کے لیے اسي طرح کارآمد هے جس طرح بیل یا بهیڑ "

" میں نے قلعه گریمالڈي میں بندروں کي قیام گاه اس لیے بنائي که غیر ملکي بندر اس آب و هوا کے عادي هوجائیں - یه گویا ان کي مرکزي قیام گاه هوگي جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بهیجے جائیں گے - اس وقت همارے پاس ایک علحده اور منتخب جانور خانه بهي هے جس میں بندروں کي خاص طور پر پرورش اور دیکهه بهال کي جاتي هے - سرد راتوں سے محفوظ رکهنے کے لیے اُنهیں مصنوعي گرمي پهنچائي جاتي هے اور اس وقت تک قایم رکهي جاتي هے جب تک اس میں تدریجي کمي کرکے بندروں کو یہاں کي آب و هوا کا عادي نهیں کر دیا جاتا "

" مختصر یه که میرا مقصد اس جانور کو بهي اسي طرح پالتو اور مانوس بنا لینا هے - جس طرح انسان نے رفته رفته گهوڑے ' بهیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا هے "

(عارضه سرطان کي تحقیقات)

" في الحال دنیا میں بندروں کي تعداد بہت زیاده نهیں هے - بندروں کو نا موافق آب و هوا سے اور مناسب غذا کي کمي سے سخت جنگ کرني پڑتي هے - میں نے افریقه کے جنگلوں میں دیکها هے که جس طرح انسان قحط سالي میں موت کا شکار هو جاتے هیں ' اسي طرح ایک ایک دن میں هزاروں بندر بهي غذا نه ملنے سے مر جاتے هیں -

" دنیا میں سب سے زیاده تعداد اُن جانوروں کي هے ' جنهیں انسان کے ذریعه غذا ملتي هے - بندروں کي جان بچانے کیلیے بهي یهي طریقه اختیار کرنا چاهیے - انهیں بهي موقع دینا چاهیے که انسان کے تهذیب و تمدن سے مستفید هوں اور بهوکے نه مریں - اگر ایسا هوا تو وه عجائب خانوں کي محض زینت هونے کي جگه نوع انساني کو عظیم الشان فوائد پهنچائینگے "

" بندروں کي ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچهه ملتي جلتي هے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت هي قریبي رشته دار هے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقي کي ' مگر افسوس هے که یه تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انساني ساخت و طبیعت سے بہت دور هیں "

" سرطان کي تحقیقات سفید چوهوں اور سوروں پر کي جا رهي هے - میرے خیال میں یه تحقیقات کبهي مکمل اور مفید نهیں هو سکتي جب تک که اعلى قسم کے بندروں پر تجربے نه کیے جائیں "

بریدِ فرنگ

مکتوبِ لندن

(الہــلال کے مقالہ نگار لندن کے قلم سے)

اِس ہفتہ یہاں کا سب سے زیادہ اہم واقعہ شاہ فواد سلطان مصر کا پہلی مرتبہ برطانیہ کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقی فرماں رواؤں کی آمد میں اب کوئی ندرت نہیں رہی ہے - ایک زمانہ وہ تھا جب سلطان عبدالعزیز اور شاہ ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تھا ، اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کی ساری توجہ اُن کی مہمان نوازی اور پذیرائی میں مرکوز ہوگئی تھی - ایک زمانہ آج کل کا ہے جبکہ لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقی بادشاہوں" کا وجود روز مرہ کا نظارہ ہوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکہ ان کی دوڑ دھوپ کا تماشا دیکھا کرتا ہے !

با ایں ہمہ مختلف قسم کے حالات ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولی اہمیت اور دلچسپی پیدا کردی ہے - سب سے پہلی بات تو وہ حالات ہیں جن میں اس مہمانی و میزبانی کا اجتماع ہوا ہے -

سیاسی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ دو ملکوں کے تعلقات اس درجہ کشیدہ ہوں جیسے کہ اس وقت مصر و انگلستان کے ہیں ، اور پھر ایک کا بادشاہ دوسرے کا مہمان بنا ہو - ایک طرف انگریزی مصری جھگڑا جاری تھا - انگریزی بیڑا مصری سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاہرے کررہا تھا - دوسری طرف شاہ انگلستان اور شاہ مصر کے مابین پیام و سلام بھی ہورہے تھے !

کچھ مدت ہوئی شاہ انگلستان نے شاہ مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تھا - لیکن اِس تازہ جھگڑے کی وجہ سے عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اِس دعوت کے قبول کرنے کا یہ موزوں وقت نہیں ہے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلی گئی ، اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بھی ہو گیا !

جن غیر معمولی حالات میں یہ دعوت قبول کی گئی تھی ، ویسا ہی ایک غیر معمولی حادثہ بھی پیش آتے آتے رہ گیا - لندن کے لیبر اخبارات کی اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلی جائیں ، تو معلوم ہوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جھگڑا پیدا ہونے والا تھا - عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کسی ملک کا بادشاہ سفر کرتا ہے ، تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتھ ہوتا ہے - حکومت برطانیہ مصر کی موجودہ وزارت کو پسند نہیں کرتی کیونکہ اُس نے قوم پروروں کا ساتھ دیا ہے - اِس لیے کوشش کی گئی کہ وزیراعظم سلطان کے ساتھ سفر نہ کریں - لیکن جب یہ خبر باہر نکلی ، تو رائے عامہ میں سخت اضطراب پیدا ہوگیا - بالاخر یہی طے ہوا کہ وزیر اعظم ضرور ساتھ جائیں - چنانچہ وہ بھی سلطان کے ساتھ آئے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ مصری پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس ہزار پاونڈ کی منظوری دیدی ہے -

مصر اور انگلستان ، دونوں ملکوں میں سوال کیا جارہا ہے کہ شاہ مصر کی سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاہ جارج نے کیوں انھیں دعوت دی ؟ کیوں اُنھوں نے منظور کرلی ؟ سرکاری جواب تو دونوں جگہ یہ دیا جاتا ہے کہ سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اسے کوئی تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو واقف اندرونی حالت پر نظر رکھتے ہیں ، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح کی سیاحتیں بغیر اہم سیاسی مقاصد کے نہیں ہوا کرتیں -

فواد اول سلطان مصر

اِدھر کئی سال سے برطانیہ دیکھ رہا ہے کہ مصر سے اُس کے موجودہ تعلقات برقرار نہیں رہ سکتے - مصری قوم میں سیاسی بیداری پیدا ہوگئی ہے - وہ غیر مساویانہ علائق برداشت نہیں کر سکتی - اب اُسے خوشنما الفاظ سے نہیں بہلایا جا سکتا - مصنوعی آزادی اُسے مطمئن نہیں کرسکتی - لہذا طوعاً و کرہاً اُسے یہ حقیقت تسلیم کر لینی پڑتی ہے کہ "تبدیلی کے بغیر چارہ نہیں" جیسا کہ سنہ ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تھا -

مصر بھی دیکھتا ہے کہ اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کی قوت نہیں - برطانی عداوت اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی - انگریز نہر سویز کسی حال میں بھی چھوڑ نہیں سکتے - لہذا اسی میں بہتری ہے کہ انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا ہوجائیں جو ہر طرح دوستانہ ہوں ، مگر ساتھ ہی جن سے مصر کی خودمختاری کو کوئی نمایاں گزند بھی نہ پہنچے -

ایسے تعلقات کی بنیاد کیا ہوسکتی ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمہ دار حلقوں کا خیال ہے کہ یہ بنیاد ایک نئے حلف نامہ سے رکھی جا سکتی ہے - دونوں ملک باہم ایک حلف نامہ ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کی کامل آزادی تسلیم کرلے اور اندرونی مداخلت سے باز آجائے - مصر برطانیا کو نہر سویز کی طرف سے پورا یقین دلادے کہ ہمیشہ برطانیا کے لیے محفوظ رہیگی اور اس کے خلاف کبھی اُس کا قدم نہیں اُٹھیگا -

خیال کیا جاتا ہے کہ اس شاہی سیاحت کے اثناء میں بے ضابطہ طور پر اسی " حلف نامہ " پر تبادلۂ خیال ہوگا - یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایسی محالفة جس میں ایک طرف مسلم گھمنڈ اور دوسری طرف بے سروسامان قومیت ہے، حقیقت و صداقت کے ساتھہ وجود میں آ بھی سکتی ہے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کی پذیرائی کر رہا ہے ' اور آج کے سرکاری اہتمامات بھی جس درجہ کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولی ہیں - یہاں کے تمام مشرقی اور مشرق دوست حلقے محسوس کررہے ہیں کہ اس کی تہہ میں کوئی خاص چیز کام کر رہی ہے -

انگلستان کے رہی سرکاری اور نیم سرکاری اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامہ فرسائی کر رہے تھے' اب سلطان مصر کی تعریفوں کے پل باندہ رہے ہیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبہ یہاں تک بڑھگیا ہے کہ اب اُن کی " مشرقیت " بھی مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رہی ہے - کوشش کی جارہی ہے کہ اُنہیں " مغربی " بنا دیا جائے - ڈیلی نیوز کے مقالہ نگار خارجیہ کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ سلطان فواد محمد علی خدیو اول کے خاندان سے ہیں' اور محمد علی یوروپین ترکی کا باشندہ تھا - ایشیائی ترکی کا نہ تھا - وہ لکھتا ہے :

" اس موقعہ پر ہم یہ حقیقت فراموش نہیں کرسکتے کہ ہمارا مہمان عزیز اگرچہ اس اعتبار سے ہمارا مہمان ہے کہ وہ باہر سے انگلستان میں آیا ہے ' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہہ سکتے کہ وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ہے - وہ مشرق کا نہیں بلکہ خود مغرب کا ایک فرمانروا ہے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ہے - ہمارے قارئین میں سے ہر شخص تاریخ مصر کی اس ابتدائی حقیقت سے با خبر ہوگا کہ وہاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلی محمد علی اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبہ قوالہ کا باشندہ تھا ' اور البانیا یورپ ہی کا ایک ٹکڑا ہے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ہے - فی الحقیقت سلطان فواد کی شخصیت میں آج ہم ایک یوروپین نژاد فرمانروا کی پذیرائی کر رہے ہیں ! "

محمد علی کے خاندان کی مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نہ آئی ' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف ہوگیا ہے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانہ ہوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں ' کہہ سکتا ہوں کہ ایک خاص معیار عمل کے اندر رہکر' انہوں نے یہاں کے سرکاری حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ہے - لیجسلیٹو اسمبلی کی ریاست کے ساتھہ کانگرسی ہونے کی روایات ملحوظ رکھنا ' اور کھدر کی دھوتی اور ٹوپی بھی سنبھالے رکھنا ' آسان نہ تھا ' لیکن اُنہوں نے کسی نہ کسی طرح بات بنائے رکھی - یہاں کے ہندوستانی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ غالباً آیندہ کمیشن میں ہندوستانی ممبر کی جگہ اُنہی کو دی جائیگی -

اس ہفتہ میں آپ کے اس ارشاد کی تعمیل نہ کر سکا کہ جو کچھہ لکھوں ہندوستان کے متعلق لکھوں - آیندہ ڈاک سے اس کا سلسلہ شروع کروں گا - مجھے امید ہے ' سلطان فواد اور مصر کا معاملہ بھی آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروری اور غیر دلچسپ نہ ہوگا -

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ پینیل کی صد سالہ برسی

اس موسم کا ایک شاندار واقعہ یہ تھا کہ فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ پینیل کی صد سالہ برسی منائی گئی -

فیلپ پینیل سنہ ۱۷۴۵ - میں پیدا ہوا ' اور سنہ ۱۸۲۶ - میں فوت ہوا - یہ عقلی امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ہے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتی تھی - زنجیروں میں باندہ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائی جاتی تھی - چوپایوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کی ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبہ پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسی نے سب سے پہلے بتایا کہ لا علاج نہیں ہے -

فرانس کے مشہور پاگل خانہ " بیسیٹر " کے اعلی افسر ڈاکٹر روبینوفچ نے فیلپ کی برسی پر ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحی کالموں میں شایع ہوا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

" فیلپ اِسی پاگل خانہ میں معالج تھا جس میں اِس وقت میں خدمت کر رہا ہوں - فیلپ کا درجہ خواص کی نظر میں " مسیح جدید " کا درجہ ہے - اِسنے عقلی بیماریوں کے علاج میں رحم اور شفقت کو عام کیا - اِسنے ظلم اور سختی کے خلاف اُس وقت صدا بلند کی جب پورے فرانس میں ہولناکی پھیلی ہوئی تھی ' اور ہر طرف خون بہہ رہا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانہ سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنہ ۱۷۹۳ - میں ہوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یہ زنجیروں میں بندھے رہتے تھے - ان میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخی پلئل شاہی باڈی گارڈ کا ایک پرانا سپاہی تھا - یہ نہایت ہی قوی ہیکل تھا اور غیر معمولی جسمانی قوت رکھتا تھا - شراب کی عادت پڑگئی اور ہمیشہ مدہوش رہنے لگا - نتیجہ یہ نکلا کہ دماغ خراب ہوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں اُسے یہ سوجھا کہ میں فرانس کا سپہ سالار اعظم ہوں - جو کوئی یہ بات تسلیم نہ کرتا ' اُسے بری طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانہ بھیج دیا گیا - یہاں وہ دس برس سے

زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رو دیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمہ ہو جانا چاہئے - چنانچہ وہ اسکے پاس گیا اور روتے ہوے کہا :

" میرے عزیز بھائی ' مجھے تمھاری ذات پر پورا بھروسہ ہے - تم ایک عقلمند ' دیانت دار ' اور بردباد آدمی ہو - میری مدد کرو - آؤ ' ہم دونوں ملکر ان پاگلوں کی خدمت کریں اور اُنھیں اِس موذی مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمھاری نیکی اور دانشمندی کے چرچے ہو رہے ہیں - کہو تم طیار ہو ؟ "

سچی محبت کی یہ دلنواز صدا سنتے ہی اچانک مجنون کا دماغ صحیح ہوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکی بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگی بھر اسکے ساتھ وفاداری اور سلامت روی کے ساتھ کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھی بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلی امراض کے دور کرنے کے لیے ' بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ درحقیقت اِس فن کا امام ہے - ابتک اِس راہ میں اُسی کی پیروی کی جا رہی ہے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعہ میں اقوام مشرق کیلیے کیسی عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ ہے ؟ ایک قومیں وہ ہیں جو اپنے اُن مشاہیر کی یاد بھی نہیں بھلا سکتیں ' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کیلیے زندگی اور تندرستی کی راہ نکالی تھی - ایک ہم ہیں کہ اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کی بھی عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کی زندگی ہی کیلیے نہیں بلکہ تمام ذی ہوش افراد قوم کی زندگی و سعادت کے لیے قربانیاں کر رہے ہیں ! کسی آبادی میں مریضان جنون کی تعداد زیادہ سے زیادہ اِتنی ہوسکتی ہے کہ ہر دس ہزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاہئے کہ ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھ انسانوں میں سے دس انسانوں کی خدمت کی ' مگر فرانس اسے فراموش نہ کرسکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود ہیں جو لاکھ میں سے دس کے لیے نہیں بلکہ پورے لاکھ کے لیے زندگی اور سعادت کے دروازے کھولنا چاہتے ہیں ' مگر لوگوں کا کیا حال ہے ؟ یہ حال ہے کہ گردن موڑ کر اُنہیں دیکھنے کے لیے بھی طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہی ایک صد سالہ یادگار نہیں منائی ہے - یورپ میں اب عام دستور ہوگیا ہے کہ تمام مشاہیر قوم کی یادگاریں ہر پچیس ' پچاس ' اور سو سال کے بعد منائی جاتی ہیں - غالباً اس قسم کی صد سالہ یادگار سب سے پہلے سنہ ۱۸۸۷ ع میں منائی گئی تھی جب کہ " والٹیر " کی وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسی موقعہ پر ویکٹر ہیوگو نے وہ تاریخی تقریر کی تھی جو دنیا کے موجودہ تمام ادب کی اول درجہ کی چیزوں میں سے تسلیم کی جاتی ہے -

(اسموئیل کرومپٹن کی صد سالہ برسی)

لیکن جب فرانس عقلی امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کی صد سالہ برسی منا رہا تھا ' تو انگلستان بھی تذکار مشاہیر کی مشغولیت سے فارغ نہ تھا - فرانس ذہن و جذبات کا گھر ہے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یہ فرق اس معاملہ میں بھی نمایاں تھا - فرانس عقلی امراض کے سب سے بڑے طبیب کی برسی منا رہا تھا ' تو انگلستان انسانی ضروریات کے سب سے بڑے صناع کی یاد میں مشغول تھا !

یہ صناع اسموئیل کرومپٹن ہے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کی ایسی مشین ایجاد کی تھی جس کی وجہ سے کپڑا بننے کی صنعت دست انسانی کی احتیاج سے بے نیاز ہوگئی - اور کپڑے کی ساخت کا سب سے بڑا اقتصادی انقلاب ظہور میں آگیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاری اخبار طان میں اس برسی کی روئداد پڑھ رہا تھا ' تو میرا ذہن بے اختیار ہندوستان کی اُس عظیم شخصیت کی طرف منتقل ہوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کی جگہ اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہے ' جس نے اب سے ہزاروں برس پہلے ہاتھہ سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخا ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یہ کیسے دو مختلف نقطے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار ہوگئے ہیں ؟ انیسویں صدی کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدی کے مشرق کا گاندھی ! " معاملہ اتنا عظیم ہے کہ مجھے رائے زنی کی جرأت سے احتراز کرنا چاہیے - اس قسم کے اختلافات کا ہمیشہ حال نے نہیں بلکہ مستقبل نے فیصلہ کیا ہے - کرومپٹن پر ایک صدی گزر چکی ہے - گاندھی پر کم از کم ایک چوتھائی صدی گزر جانے دو !

صد سالہ برسی کا یہ عظیم اجتماع بولٹن میں ہوا تھا - اس موقعہ پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کی نمائش بھی کی گئی تھی - تمام قدیم ترین آلات حتی کہ چار ہزار برس پہلے کے مصری چرخے بھی جمع کیے گئے تھے - اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ بات واضح کر کے دکھلا دی جاے کہ اسموئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقی کی تھی ' اور اُن کے مقابلہ میں موجد کی ایجاد نے کیسی حیرت انگیز مشین ایجاد کردی ؟ سر ٹامس فلنکر نے جو بولٹن کے میر ہیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنھوں نے موجد کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا :

" ہمیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتی کی اولوالعزمی کے سامنے جھک جانا چاہیے جس نے دنیا کو ایسی عجیب ایجاد بغیر کسی ذاتی طمع یا نفع کے بلا معاوضہ دیدی ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھہ نہایت غربت کی زندگی بسر کرتا رہا "

بولٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اسٹیچو کھڑا ہے اور اپنے خط و خال سے اُس کی اولوالعزمی ' ثابت قدمی ' اور فراخ

دلي ثابت کر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصويريں آويزاں هيں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے ديکھي جاتي هيں -

يه صناع سنه ۱۷۵۳ ع ميں پيدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع ميں انتقال کر گيا -

(عثماني شهزاده کي وفات)

اس هفته کا ايک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدين کي وفات هے جو سلطان عبدالحميد خاں مرحوم کے سب سے چهوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع ميں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کرديے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئي تعرض نهيں کيا گيا تها - سلطاني خاندان کے دوسرے شهزادوں کي طرح اُن کي بهي تنخواهيں مقرر کردي گئي تهيں - سنه ۱۹۱۹ ع ميں جب سلطان عبدالحميد کا انتقال هوگيا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوى کيا - سلطان عبدالحميد کي ذاتي جائداد کا فيصله اس قدر مشکل تها ' جتنا شايد هي دنيا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي ميں جو کچهه تها سب اُنهي کا تها ' اور اُن کا جو کچهه تها ' اس ميں سے کچهه بهي اُن کا نه تها - بهر حال ايک کميشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فيصله کر ديا - اس فيصله ميں دعوے کا بهت قليل حصه تسليم کيا گيا تها - اکثر مطالبات رد هوگئے تهے - سلطان کي اولاد اس فيصله پر راضي نه هوئي ' ليکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگيز صورت اختيار کرلي تهي ' اس ليے مزيد کار روائي کا موقعه نه تها -

جنگ کے بعد جب دوباره امن و امان کا وقت آيا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر ديا ' اور پهر کچهه عرصے بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر ديے گئے - ان ميں سلطان عبدالحميد کا خاندان بهي تها - اس خاندان کے بعض افراد بيروت چلے گئے - بعض نے يورپ کي راه لي - انهي ميں پرنس برهان الدين بهي تهے - انهوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحميد کے ورثه کا از سر نو دعوى کيا تها - انهيں پوري اُميد تهي که اس ميں کامياب هونگے - يه زياده تر سوئٹزر لينڈ ميں بعض ترک امراء کے ساتهه رها کرتے تهے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تهي - پچهلے مهينے پيرس آئے تاکه ترکي سفير سے ملاقات کريں - شهر کے ايک سب سے ادنى درجه کے هوٹل ميں ٹهرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتيجه تها - وهيں اچانک بيمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنيا کے انقلابات صرف تاريخ هي ميں نهيں ڈهونڈهنے چاهئيں - خود همارا عهد بهي اپني تاريخ مرتب کر رها هے - زار ' قيصر ' اور عبدالحميد ' موجوده صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تهے - اُن کے جاه و جلال اور سطوت و جبروت کے هيبت انگيز واقعات ديکهنے والے هزاروں لاکهوں کي تعداد ميں ابهي زنده موجود هيں - ليکن انقلاب کي ايک هي گردش نے انهيں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا ديا ؟ آج ان ميں سے ايک کا لڑکا پيرس کے سب سے زياده ادنى هوٹل ميں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ايک آنکهه بهي ايسي موجود نهيں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الايام نداولها بين الناس !

مکتوب مصر

(الهلال کے مقاله نگار مقيم قاهره کے قلم سے)

(انگريزي مصري نزاع)

پچهلے هفتے انگريزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وه بنيادين بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفيه کے ليے پيش کي تهيں - آج ايک هفته گزرنے کے بعد بهي دنيا کي معلومات اس جهگڑے کے متعلق آگے نه بڑهسکيں ' کيونکه تمام گفتگو پردهٔ راز ميں هے - طرفين کي پارليمنٹوں ميں مطالبه کيا گيا که گفت و شنيد شايع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ايک هي جواب ديا - يعني ابهي تک فريق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نهين دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اُسے شائع کرنا سردست مناسب نهيں سمجهتيں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں ميں سخت انتشار پيدا کرديا هے - برطاني اخبارات دعوى کر رهے هيں که مصر دب گيا اور انگريزي مطالبات منظور کر ليے - مصري اخبارات مدعي هيں که برطانيا سختي سے باز آگيا ' اسليے مصر نے بهي مصالحت کے ليے آمادگي ظاهر کردي - مگر کيونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نهيں ملتا !

ليکن يهه يقيني هے که تصفيه هوگيا هے - باقي رها يه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے ميں کوئي قطعي بات نهيں کهي جا سکتي - البته عبد الخالق ثروت پاشا مصري وزير اعظم کي ايک تصريح ضرور موجود هے - يه تصريح انهوں نے مصري پارليمنٹ ميں کي هے - اگرچه يه بهي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچهه نه کچهه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنهوں نے کها :

" يهه بات سخت افسوسناک هے نه پچهلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں ميں غلط فهمي پيدا هو گئي تهي - اس غلط فهمي نے برطانيا کو آماده کيا که اپنے هائي کمشنر کے ذريعه مصري حکومت کے پاس ايک نوٹ بهيجے - اس نوٹ ميں مصري فوج اور محکمهٔ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تهے - ساتهه هي يه بهي درج تها که برطانيا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جاے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچهي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فيصله کيا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هيئت ميں مصري حکمراني ' مصري پارليمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هيں "

" چونکه ايسے معاملات ميں حکومت کو اپني مرضي سے فيصله کرنے کا اختيار نهيں - قانون کي رو سے پارليمنٹ کے سامنے پيش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغير کسي تامل کے کهديا که يه مطالبات انکي مجموعي هيئت ميں منظور نهيں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے ليے مستعد رهتي هے ' اس ليے اُسنے معامله کو ايک اور طريقه پر سلجها دينا چاها جس کا اُسے قانوناً اختيار تها اور جو مصر کے بنيادي حقوق کے منافي نهيں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله ميں غور و بحث کے بعد طے کيا که برطانيا کے کون کون مطالبے قابل قبول هيں اور کون نا قابل قبول ؟ جو امور فوج کيليے مفيد تهے ' يا جنسے کوئي مضرت پيدا نهيں هوتي تهي ' اُنهيں اُسنے بطور خود منظور کرليا "

" بنابریں مصری حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ فوج اور سرحدوں کا موجودہ نظام بر قرار رہے ' لیکن ساتھہ ھی مصری وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئی ٹھیس بھی نہ لگے - وہ بدستور مصری پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ رہیگا "

" اِس طریقہ پر' جو مصلحت اور نظام کے ہر طرح مطابق ہے ' مصری حکومت نے اِس مشکل کا معقول حل ڈھونڈہ نکالا ہے - حکومت کو پورا یقین ہے کہ ابتک جو دوستانہ رویہ برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکھا ہے ' وہ برابر قایم رہے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کو سکے گا جو موجودہ مشکل اور دوسری مشکلات کا موجب ہیں "

اِس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برطانیا کے ابتدائی مطالبات مصری سیادت و حکمرانی کے منافی تھے ' اس لیے مصری حکومت نے اُنہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا - پھر اُنمیں کچھہ ترمیم و تبدیلی ہوئی ' اور ایسی شکل میں پیش کیے گئے جو مصری حکومت کی نظر میں ایک حد تک لائق قبول تھے' لہذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جھگڑا ختم ہو گیا -

(حج براہ مصر)

اِس سال موسم حج کی کامیابی کا اندازہ اُس سرکاری رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے جو صرف آٹھہ روز کی ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲ - مئی سے ۳۰ - مئی تک سوئز کی بندر گاہ سے سفر کرنے والے حاجیوں کی تعداد حسب ذیل تھی :

۱۵۰۷ مصری ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائری ۹۸ تیونسی

۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسی ۱ روسی ۲ رومانی ۱۴۷ ایرانی

۱۴ عربی ۲۷ سروین ۵۲ افغانی ۲۳ افریقی ۱۷ اسپینی

۵۹۸ فلسطینی ۲۶ سنگالی ۴۳۲ شامی ۱۵۷ ہندوستانی

۲۴ جاوی ۱۷۱ عراقی - یعنی کل ۳۷۸۵ حاجی تھے -

جون کے پہلے ہفتہ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ :

۳۱۵ منگولی ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائری ۱۲۰۵ تیونسی

۲۰۳ مراکشی ۳۰۷ طرابلسی ۲ روسی ۵۸۲ ایرانی ۱۸۱۹ شامی

۵ سروین ۲ بلغاری ۵۸۱ عراقی ۱۹ نیجریائی ۴۳ حجازی -

یعنی کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کی راہ سے سفر کیا -

مجموعی تعداد تقریباً ساڑھے دس ہزار ہوئی - صرف دو ہفتہ کے اندر اِتنے حاجیوں کا نہر سویز سے گزرنا اِس سال کے موسم حج کی شاندار کامیابی کا ایک بین ثبوت ہے -

---

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچھلے مکتوب میں شام کی مضطرب سیاسی حالت پر روشنی ڈال چکا ہوں - آج بھی وہی حالت ہے جو اُس وقت تھی - نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی ہے - نہ کسی قریبی تبدیلی کے آثار نظر آتے ہیں - البتہ ایک اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے اور تمام ملک کی دلچسپی کا مرکز بن گیا ہے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسی ہائی کمشنر موسیو پونسو شام سے غائب تھا اور پیرس میں مقیم تھا - بیان کیا گیا تھا کہ وہ شام کے آئندہ نظام حکومت پر مرکزی حکومت سے گفت و شنید کر رہا ہے - اُس کی طویل غیر حاضری نے ظاہر بینوں کو طرح طرح کی امیدوں میں مبتلا کردیا تھا - لوگ کہتے تھے - ہائی کمشنر کی پیرس میں موجودگی ضرور نتیجہ خیز ثابت ہوگی - یہی وجہ ہے کہ اِن سب کو واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا -

لیکن اب انتظار کی مدت ختم ہوگئی - ہائی کمشنر واپس آ گیا ہے - لیکن امیدوں کے یہ تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم ہیں - اس وقت تک ہائی کمشنر نے نہ تو کوئی اعلان کیا ہے ' نہ بظاہر آثار نظر آتے ہیں - مگر طرح طرح کی افواہیں ضرور پھیل رہی ہیں -

مجھے با خبر حلقوں سے جو کچھہ معلوم ہوا ہے ' یہ ہے کہ پیرس میں ہائی کمشنر اور شامی وفد کے مابین بہت سی ملاقاتیں ہوئیں اور عرصہ تک بحث و مذاکرہ جاری رہا - شامی وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کی تھیں - لیکن ہائی کمشنر نے صرف چند منظور کرلیں - باقی تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبہ تھا کہ تمام سیاسی مجرموں کو عام معافی دیدی جاے - مگر حکومت نے سیاسی قائدین کو معافی دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک ہی نظام حکومت کے ماتحت رکھنے کا مطالبہ کیا تھا - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا کہ نظام حکومت ریاست ہاے متحدہ کا نظام ہو - یعنے چھوٹے چھوٹے صوبے الگ الگ قائم رہیں اور اپنی جگہ خود مختار ہوں - مگر انہیں کسی مرکزی نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یہ ہے کہ ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نہ ہو سکے - ایک قوم بہت سے ٹکڑوں میں منقسم ہوکر اپنی وطنی قوت ضائع کر دے -

اصل یہ ہے کہ ہمیشہ اجنبی اقتدار ملک کی قومی وحدت کا مخالف ہوتا ہے - وہ ہر طرح کی صورت حال گوارا کرلے سکتا ہے لیکن یہ بات گوارہ نہیں کرسکتا کہ ملک میں قومی وحدت کی روح پیدا ہوجاے - شام میں یہ روح پہلے سے موجود ہے - زبان ' وطن ' رسم و رواج' اور اجتماعی خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشتہ میں منسلک کردیا ہے - لیکن فرانس چاہتا ہے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کردے - وہ ایک رشتۂ قومیت قائم نہ رکھہ سکیں - بہر حال دیکھئے - فرانس کا آیندہ طرز عمل اس بارے میں کیا ہوتا ہے ؟

شام و عراق کی سرحدوں پر قبائل عرب کی خانہ جنگی صدیوں سے جاری ہے - اب دونوں ملکوں کی حکومتیں اسکا قطعی سدباب کردینا چاہتی ہیں - چنانچہ حال میں طرفین کے دستخط سے عربی ' انگریزی ' اور فرانسیسی زبانوں میں ایک اعلان ہوائی جہاز کے ذریعہ ' سرحدی قبائل میں تقسیم کیا گیا ہے - اُسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :

شام و عراق کی سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ شام اور عراق' دونوں ملکوں کی حکومتوں نے متفق ہوکر طے کرلیا ہے کہ تمہاری آپس کی خانہ جنگی ' کشت و خون ' اور چوری و قزاقی قطعاً نا جائز اور ممنوع ہے - نیز ہتیار بند ہوکر سرحد کے اُس پار جانا بھی ممنوع ہے - آئندہ جو کوئی اِس طرح کی کوئی بات کریگا ' اُسے نہایت سخت سزا دیجائیگی "

علم الاثار مصر

(روح کے متعلق قدیم مصریوں کا عقیدہ)

مصر کي قدیم تہذیب دنیائے قدیم کي تاریخ کا ایک نہایت اهم باب ہے - اگر یه باب الگ کر دیا جاے تو نوع انساني کي عقلي ترقیات کي ایک نہایت اهم کڑي مفقود هو جائیگي -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اهرام اور حیرت انگیز آثار دنیا کیلیے معما تھے - آج وہ معما نہیں هیں' مدرسه کا کام دے رهے هیں- قدیم مصري خط " هیرو گلیفي " پڑہ لیا گیا ہے - قدیم مصري زبان کے ضخیم لغت طیار هوگئے هیں - قدیم مصري تحریریں دستیاب هوگئي هیں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثریه کا ایک مرتب ذخیره مدون هو گیا ہے جسے مصرییات (اجپٹیا لوجیا) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور روز بروز اسکي وسعت بڑھتي جاتي ہے - حال میں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کي بے نظیر کتاب اثار مصر پر شائع هوي ہے - یه قاهره کے دار الاثار کے ناظر تھے - انہوں نے تمام عمر اثرییات مصر کي تحقیقات میں بسر کر دي - یه کتاب اس موضوع پر علمي دنیا کي آخرین تحقیقات پیش کرتي ہے - هم چاهتے هیں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اهم مباحث الهـلال مین شائع کرتے رهیں -

(بقاء روح کا مصري اعتقاد)

" قدیم مصري تمدن کے سب سے زیادہ عجیب آثار جو هم تک پہنچے هیں' انکے مقبرے اور انکي ممي کي هوي نعشیں هیں - اهرام بھي دراصل اسي غرض سے بنائے گئے تھے که مقبرہ کا کام دیں - اس سے انکے مذهبي عقائد پر جو موت' بعد الموت' اور روح کے خلود و ابدیت سے تعلق رکھتے تھے' غیر معمولي روشني پڑتي ہے -

(مقبروں کي تاسیس)

قدیم مصر میں مقبروں کا آغاز اِس طرح هوا که پہلے مردے کو زمین کھود کر تنگ گڑھے میں گاڑ دیتے تھے - نعش لٹانے کا بھي رواج نه تھا - سر سینه پر جھکا دیا جاتا تھا اور اکڑوں بٹھا کر زمین برابر کر دیتے تھے - اِسکے بعد قبر یاد رکھنے کیلیے زمین اونچي کرنے لگے - قبر پر مٹي کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا - پھر مردے کو اوپر کي مٹي سے بچانے کے لیے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹي کي دیواریں بنادینے کا رواج پڑا - اِس کے بعد تابوت کا خیال پیدا هوا' اور پتھر کے تابوتوں میں مردے رکھے جانے لگے - پھر قبر کو بیروني صدموں سے بچانے کیلیے اُس پر عمارتیں بنانے لگے - اِنھي عمارتوں نے ترقي کرتے کرتے اهرام کا عظیم و مہیب درجه حاصل کر لیا - اِس وقت بھي دریاے نیل کے مصب اور فیوم کے مابین تقریباً سو هرم موجود هیں' اگرچه انمیں سے اکثر منهدم هو جانے کے قریب هیں -

اب یه بات محقق هوگئي ہے که مصر کے اهرام در حقیقت مقبرے هي تھے - قدیم مورخین کا یه خیال بالکل بے بنیاد ہے که یه قلعے هیں' یا طوفان سے بچنے کے لیے بنائے گئے تھے' یا اِن میں خزانے مدفون هیں - قدیم مصري زبان میں اهرام کے نام هي سے اُن کا مقصد اور موضوع معلوم هو جاتا ہے - مثلاً " مسکن ابدي " " مقام کمال " " مکان خلود " " مقر روح " وغیرہ -

مقبروں کے باب میں یه تدریجي ترقي کیوں هوئي ؟ اس لیے که روح کي ابدیت کا اعتقاد بھي مصریوں میں به تدریج ترقي پذیر هوا تھا - جس زمانه میں وہ روح کي بقاء کے قائل نه تھے' قبروں کے معامله کو کوئي اهمیت نہیں دیتے تھے - پھر جوں جوں یه عقیدہ بڑھتا گیا' مقبروں کي اهمیت بھي بڑھتي گئي - مقبروں کو اِس عقیدہ سے کیا تعلق ہے ؟ بہت قریبي تعلق ہے - مصریوں کا یه عقیدہ اِس شکل میں تھا که جب تک جسم محفوظ رهتا ہے' روح بھي قائم رهتي ہے - کیونکه جسم سے علحدہ روح کا وجود نہیں هو سکتا - اِس عقیدہ کا لازمي نتیجه یه تھا که وہ مردے کا جسم زیادہ سے زیادہ مدت تک محفوظ رکھنے کي کوشش کرتے تھے - اِتنے مستحکم مقبرے بنانا' اور لاشوں کو ممي کرنا' اِسي غرض سے تھا -

(زندگي کا مصري تخیل)

یه عقیدہ کیونکر موجود هوا ؟ مصریوں کا خیال تھا که زندگي ایک آدمي سے دوسرے آدمي میں ناک اور منهه کي راہ منتقل هوتي ہے - اور یه که انساني جسم کے بعض اعضاء زندگي کي حفاظت کرتے هیں' مگر صرف اسي حالت میں جب که خود اُن کي بھي حفاظت کي جائے - چنانچه هاتهه کي نبض زندگي کي محافظ ہے' اس لیے هاتهه میں چوڑي پہنکر نبض کي حفاظت کي جاتي تھي - گردن کو بھي ایسا هي عضو سمجھتے تھے اور اس کي حفاظت کے لیے هار پہنتے تھے - کان کے لیے بالیاں' سینه کے لیے چاندي سونے کي لوحیں' بازو کے لیے بازو بند' اسي لیے اُن میں رائج هوگئے بہت ممکن ہے که دنیا میں زیور کا استعمال اِسي عقیدہ سے شروع هوا هو -

(موت)

اُن کا اعتقاد تھا که زندگي همیشه رهتي ہے - لیکن نیند کي حالت میں اور کبھي کبھي غشي کے حالت میں آدمي سے جدا هو جاتي ہے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا ہے تو زندگي کا علاقه هي اُس سے همیشه کے لیے منقطع هو جاتا ہے - اسي خیال سے نعش کي حفاظت کا خیال پیدا هوا - اور بالاخر ممي کرنے کا طریقه رائج هو گیا - یه طریقه اتنا عجیب' اتنا صحیح' اور اتنا بے خطا تھا' که چار چار هزار برس گزر جانے پر بھي آج اصلي حالت میں ان کي نعشیں موجود هیں ! "

سیر فی الارض

أولم یسیروا فی الارض فلینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہو چکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں۔ بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض برے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہو جاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزل مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہر حال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہو جائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اُسے بیدار کر دیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیام ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہو جائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نقش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہو گئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہو جائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحل پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل دیرازو میں اُتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا معمر دین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو، البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہو جائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رُکا۔ پھر خوبصورت خلیج انٹیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پائے تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آبا و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہو کر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا۔ اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتیٰ کہ مُنہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی - اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی - اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کردیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہو - پوری آبادی، معلوم ہوتا ہو، باہر نکل آئی - امراء، سکون و وقار سے چلتے ہیں - ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں - ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہو - اسوقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں - بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں - اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہو کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ایک مسلح ہو - ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا - اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہر طرف امن امان قائم ہو - ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا - میں تیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں، چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی - مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں - قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہو - ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہو - تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں - آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کرسکتا - مگر تم بے کھٹکے بازار میں جاسکتے ہو - جو چاہو خریدو - دکاندار جو سکے بھی دے، بے گنے لے لو - ناممکن ہو کہ تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے - ایک دن میں نے بوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی - اسمیں ترکی، روسی، امریکن، اور صربی (سرویں) سکے ملے جلے تھے - میں نے رقم بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہوگیا - ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی مڑکے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑے چلے آرہے ہیں - چلاتے ہیں - ہاتھ ہلاتے ہیں - میں رک گیا - کیا دیکھتا ہوں جوتے والا کھڑا ہانپ رہا ہو:

"جناب!" اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کرکے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا - میں بڑا ہی بیوقوف ہوں - بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں - آپ کو کم رقم دی ہو - یہ لیجئے آپکے دام ہیں معاف کیجئے!"

لیکن پُرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے - تیرانا اسوقت فوج سے لبریز ہو - شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں - تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پر ہیں، حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کردیگئی ہیں۔

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ "یوگو سلاویا کی طرف سے اندیشہ ہو" یہ جواب دیا جاتا ہو - مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہو - پوری حقیقت کچھ اور ہی ہو - اور وہ یہ ہو کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہو - ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈی ریورا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈکٹیٹر ہو - مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں - وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہو - تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہو - وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہو - تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہو - روزانہ اُسکی

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستایش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُسکا شکر گزار ہوں - الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا - دین میں سمجھ بخشی؛ اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا - امابعد - لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غم گسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں - اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاء خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہوجائے گا - غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہو کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ - رات کا وقت ہو - میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ لو اور تاریکی میں ادہر اُدہر چلے جاؤ - میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں - میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی - یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میری جان لے کر تم سے غافل ہوجائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بیچین ہوئے حضرت عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہو - تم چلے جاؤ - میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے - ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی - نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا - ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کردیں گے - آپکے ساتھ ہوکر لڑیں گے - جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی - آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہوگئے - مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کرسکے ہیں - واللہ نہیں، ہرگز نہیں - میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں گا - جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا - نہتا ہوجاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا - یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کردے!"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا - واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی - اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا - پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا - یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہوجاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں - خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینب کی بیچینی اور آپکا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہو کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمار داری کررہی تھیں - اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا - اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حوی تلوار صاف کررہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ✽ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا برا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہو! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل   والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا کسی سے عوض قبول نہیں کرتا۔

وانما الامر الی الجلیل   وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہو - ہر زندہ ہستی کی راہ پر چلا جارہا ہو!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دہرائے - میرا دل بھر آیا - آنکھیں ڈبڈبا گئیں - مگر میں نے آنسو روک لئے - میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں - میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہوگئیں بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہو؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

(گائڈ بک)

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں،

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی

جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کس قدر شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
〃 جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ - روپیہ
〃 جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی

شکایت ہے، تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے

سے قریب دوا فروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگواکر

استعمال کیجئے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا میں بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی۔

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہورہے ہیں؟" آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسپر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے، اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (الیعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسین بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما و لھم عذاب مھین۔ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1]"، دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کردیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں۔ اُن کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کردیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہوسکے۔

شمر کی یادہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تونے آگ قبول کرلی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کرڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میری پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہوگیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کرلینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کرسکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمھارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کردو، تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمھارے سارے ساتھی ایکا کرلو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تأثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اُٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپنے از سر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمھارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذو الجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کرلے سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ اُنھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آئیے" اسپر اُن لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور اُنھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اُٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کردیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا" آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اُسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کردی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اُسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہوجائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اُسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور اُن کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا اُنھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کردیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیّہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اُسے قتل نہ کرو۔ اُسے اُس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کرلیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حُر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ، شانوں سے اُڑ جائیں گے" حُر نے کہا "کیا اُن تین شرطوں

---

[1] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل اُن کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اُن کا جرم اور زیادہ ہوجائے۔ خدا مومنین کو اسی حال میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کردے گا۔

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہو تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہو میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہو۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہو؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہو؟" اُسنے کہا "حر بن یزید" فرمایا "تو حر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہو۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہو"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے۔ تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہو" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارزت طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہمگر پیکار کرتے۔ لشکر حسین سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے اُنھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے"۔ یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہو" اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کر ڈالے۔ اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہو"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کر دئیے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کردئیے۔ نیزوں کے مُنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جوان مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلّہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر، کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہو۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئیے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہو کہ حر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر   اشجع من ذی لبد ہزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلادئیے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزر چکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہوا" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپسے بالکل قریب آگیا ہو۔ واللہ آپ اُسوقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے، جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہو کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہو" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اُقتل حتی اَقتلا   ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہو کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو اسی حالمیں مرونگا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا مقصلا   لا ناکلا عنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپکے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

پر پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین ۔۔۔ اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے اُنھیں حسین سے دُور کرونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا ۔۔۔ فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھو، خدانے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا

وحسنًا والمرتضی علیًا ۔۔۔ وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ انھوں نے طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار ۔۔۔ وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار ۔۔۔ بکل عضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار ۔۔۔ بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی ۔۔۔ نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قریب زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لایحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کریگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا گئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھ دی۔ (ایضًا)

ایک جوان رعنا

اِن کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندہے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھاکر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اِس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذاں دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلّو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تونے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے!" (یعقوبی وابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ اِن میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں؛ (۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبداللہ بن عقیل (۴) عبدالرحمٰن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبداللہ بن جعفر (۷) عون بن عبداللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبداللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبداللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبداللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

اِن سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اِس قتل کا گناہ دوسرے کے سر پڑے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اُنمیں سے ایک لڑکے نے آپ کو اِس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ بائیں کہتا ہے اِس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذراسی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دئے۔ عبداللہ بن عمار، جو خود اِس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندہے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اِس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھکر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں آپکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر کیا ابوعبداللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑہی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلّو خون سے بھر گئے آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیا کی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ، کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہوا آپ نے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آ چکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر، تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا!:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا — انا قتلت الملک المحجبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!

قتلت خیر الناس اماً وابا — وخیرہم اذ ینسبون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات بکتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالوگے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیماری آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا"

نعش روند ڈالی

۴

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہے؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظیری خونیں کفن بہ حشر ٭ خلقے فغاں کنند کہ این ادخواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی یا انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرۃ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے رمسیس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

* * *

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے چھپر ڈالکر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت و حرفت کا خزانے کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت دار الشان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اُٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر"۔ انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جسنے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بدطوار بنجانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پر ہیبت جبہ پہنکر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

حکم دیتا ہے کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہے۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہے، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف" اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے!

⁂

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اس کی آبادیوں میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

⁂

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی زہد و درویشی کی شہرت ہے، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کر سکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہے۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہے" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے مگر پرانے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور بُرائیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق النخاسین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہونچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ ان کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُس پر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی؛ لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہے، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے!

⁂

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ ایک کمسن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا پہنچا الگ کر دیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کر دیئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کر کے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنا لیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُس پر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکل جاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہے جرم کی ایک خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

⁂

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ ۔ خردہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیا۔ وہ طیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کر دے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے سو سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہے جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

⁂

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں ہے؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ اُنھیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے!

⁂

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہے؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہے اُس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر اُمنڈ آتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے، تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی ہولناک

بربادیوں کے بعد آ   اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکی ہو؟ اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہو۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنائے جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہوسکتا ہی، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہی۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہی مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہو۔ آدھی رات گزر چکی ہو۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہو مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہو۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہو۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مہلت ملی ہو۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہو" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہو کہ جس طرف رُخ کیا، ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہو جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کرکے اب کسی طرح نکل بھاگا ہو، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سرِ نو شروع کر رہا ہو۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہو، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہو۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہوکر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہو اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہو۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہو، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا۔ اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہو کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا، چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہوسکتی ہو، اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت وزینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہی!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچا ہو۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہو جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہو۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہو جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اُس میں گدہوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کردیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمایش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہو؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے گن کر دس گدہے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جا سکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہو تو بیکار ہو۔ زیادہ لیتا ہو تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کشاکش میں گرفتار تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائیکہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندہنے کے لئے سُودمند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کردیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سودی نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت، اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

* * *

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہو۔ ابن ساباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرسکے دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہوگیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھائی تو سامنے ایک شخص کھڑا ہو۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہو، اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہو کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہیں۔

* * *

اس شخص کی وضع و قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسّی لپیٹ کر جسم پر چست کرلیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (ا دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسے کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہوگئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کردی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہو۔ خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہو!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہو۔ اُس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہو۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہو اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہو۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

سخت محنت! افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ ہے میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں میں تمہارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن سآباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رُومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن سآباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن سآباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھول کر بچھا دیئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھریاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسمیں اُس کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھری کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن سآباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمہارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پُرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلآویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!

قبل اس کے کہ ابن سآباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ اُٹھا، اور باہر نکل گیا۔

* * *

اب ابن سآباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن سآباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اُس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں معاملات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آج تک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ ...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟ ......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفراللہ! میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے......"

* * *

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا۔

"یہ لو، میں تمہارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن سآباط کو پکڑا دیا۔ ابن سآباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تأمل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمہارا کوئی حق نہیں، لیکن تمہاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تأمل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ وہ اصل آج کا کام میرا ہی کام تھا" اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تأثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن سآباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اسمیں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن سآباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لوگے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اسپر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو، میں نے دو گٹھریاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں کبھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن سآباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا:

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اُتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا! - اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن سآباط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جسمیں پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن سآباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن سآباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تأمل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر (پل) آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بے حد بھاری! اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن سآباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

* * *

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن سآباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رُک گیا

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور وہ دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پُرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلادے۔

***

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دہری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دہیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلاویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بیخود کر چکی تھی، کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہیں جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کردیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلادینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں، جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

***

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط ابھی وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہی ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پُتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے مُنہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے؛ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہوسکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سُنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ بہ یک دفعہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت دگمرہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کررہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

"یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا۔ لیکن اُس نے چور کو پکڑنے اور سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" "اس نے کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سونچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کردیتا، اور آخر تک پہونچا کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی ..... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سونچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

***

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہورہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غم آباد گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجھک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب "اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر" نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جاچکے تو شیخ بھی اُٹھے۔ جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رُکی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو مُنہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

***

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن فقرا میں ہے جو سب میں پیش

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ ان پر بحث کریگا اور ان کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف سمتوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہ تھیں۔ اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علاحدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو اطلاع دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، کیونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ   " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

. ٹائمز اف لندن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور رفیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لندن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لندن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

یا

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وسیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر ' اور بہتر سے بہتر ذریعے ' ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم ہونے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں باقاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو کہ سبزیوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' پھلوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.